32

(فرمودہ ۶؍ اکتوبر ۱۹۱۶ء)

سورۃ فاتحہ اور مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ [1]

کسی چیز کی محبت یا کسی چیز سے نفرت بعض دفعہ انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ محبّت کبھی اپنے محبوب کے عیب اور نقص چھپا دیتی ہے اور بُغض کبھی مبغوض کے ہُنروں کو پوشیدہ کر دیتا ہے۔ اور انسان اس چیز کو جو اس کی محبوب ہو بے عیب اور بے نقص خیال کرتا ہے اور وہ چیز جس سے اسے بُغض ہو اُسے تمام خوبیوں سے عاری اور تمام عیبوں سے پُر خیال کر لیتا ہے۔ اور بہت سی باتیں اس کے دشمن اور پیارے کی اس کی نظر سے ایسی گذرتی ہیں کہ دوسرے انہیں دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ یہ اسے نظر کیوں نہیں آتیں۔ گویا وہ آنکھیں رکھتے ہوئے اندھا، کان رکھتے ہوئے بہرہ اور دل رکھتے ہوئے نافہم اور ناسمجھ ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان ہوتی ہے مگر وہ چکھ نہیں سکتا۔ اس کی ناک ہوتی ہے مگر وہ خوشبو اور بدبو میں تمیز نہیں کر سکتی کیونکہ محبّت یا بُغض کے پردے اس پر پڑے ہوتے ہیں۔ تم کئی آدمی ایسے دیکھو گے کہ وہ ایک چیز سے نفرت کرتے ہوں گے مثلاً کسی کھانے کی چیز سے۔ اگر انہیں اس کے کھانے کے لئے کہا جائے گا تو کہیں گے توبہ توبہ ہم تو اس کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ لیکن اگر اسی چیز کا نام اور شکل بدلا کر انہیں کھِلا دو تو چٹ کر جائیں گے اور ممکن ہے کہ کھاتے ہوئے یہ بھی کہتے جائیں کہ بہت مزیدار بہت لذیذ اور بہت عمدہ ہے۔ اگر درمیان میں ہی انہیں کہہ دیا جائے کہ یہ تو فلاں چیز ہے تو پہلے تو اسی بات سے انکار کریں گے کہ اجی نہیں یہ کہاں وہ چیز ہو سکتی ہے اُس کا ذائقہ ہی الگ ہوتا ہے۔ اور اگر یہ کہنے کی گنجائش نہ دیکھیں گے تو کہیں گے پہلے ہی کھاتے ہوئے ہماری طبیعت پر بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔ اسی طرح اگر

[1] المآئدۃ: ۹ تا ۱۱

کِسی چیز کو محبوب رکھتے ہوں اور اس کی بجائے کوئی اَور بتا دیا جائے اور کہا جائے کہ یہ وہی ہے تو اس کی ایسی تعریف کرنے لگ جائیں گے جیسی کہ اپنی محبوب چیز کی کرتے ہوں گے اور جب بتایا جائے کہ یہ تو وہ نہ تھی تو شرمندہ ہو جائیں گے۔ اِس قسم کا ابھی ایک واقعہ گذرا ہے۔ ولایت میں ایک مشہور مصنّف ہے ایک اخبار ہمیشہ اس کے خلاف لکھا کرتا تھا اور کہتا تھا اس کے مضامین کوئی اعلیٰ پایہ کے نہیں ہوتے بلکہ ادنیٰ اور معمولی درجہ کے ہوتے ہیں۔ اس مصنّف کے کسی دوست نے اس کا ایک مضمون لیکر ایک ایسے مشہور مصنّف کے نام سے اس اخبار میں چھپنے کے لئے بھیج دیا جس کو وہ پسند کرتا تھا۔ اس اخبار نے اس مضمون کو نمایاں جگہ پر موٹے الفاظ میں شائع کیا اور اپنی طرف سے بیسیوں خوبیاں اس مضمون اور مضمون نگار کی گنا دیں۔ شائع ہونے کے بعد اسے لکھا گیا کہ یہ تو فلاں آدمی کا مضمون تھا۔ اس پر اس کی تعریف بند ہو گئی۔ اِسی طرح انوری ایک مشہور فارسی کا شاعر گذرا ہے وہ لکھتا ہے کہ مَیں اپنے استاد کے پاس شعر بنا کر دکھانے کے لئے لے جاتا تو وہ دیکھ کر کہہ دیتا کہ کچھ اچھے نہیں ہیں۔ استاد ہر روز اسی طرح کہتا۔ مَیں بڑی احتیاط اور کوشش سے شعر لکھتا لیکن وہ ناپسند کر دیتا۔ ایک دن مجھے اپنے گھر سے کچھ پُرانے کاغذات ملے ان پر مَیں نے نہایت مدھم سی سیاہی کے ساتھ اپنے شعر لکھے اور استاد کے پاس لے گیا کہ یہ کاغذات مجھے پرانی کتابوں میں سے ملے ہیں ان پر لکھے ہوئے شعروں کو آپ پڑھیئے۔ انوری لکھتا ہے استاد ان شعروں کو پڑھے اور لوٹتا جائے اور کہے کہ ایسا کامل استاد مَیں نے کبھی نہیں دیکھا یہ شعر کسی بڑے ہی اعلیٰ اور کامل استاد کے کہے ہوئے ہیں۔

خیر اس کی وجہ تو اس نے اَور بتائی ہے مگر ہم یہ دیکھتے ہیں بہت سی ایسی چیزیں جن کو انسان محبوب سمجھتا ہے بلا سوچے سمجھے ان کی تعریف شروع کر دیتا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں جن کو ناپسند کرتا ہے بِلا سوچے سمجھے ان کی مذمّت کرنے لگ جاتا ہے۔ اس وقت دلائل اور واقعات اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ آج ہی مَیں نے کسی کا خط پڑھا ہے مجھے تو حیرت ہی ہوئی ہے کہ کس طرح کِسی چیز کی محبّت یا بُغض ہو تو انسان کی عقل اور سمجھ پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ الفضل میں کوئی مضمون شائع ہوا ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ

''ہم حضرت مرزا صاحب کو نبی یا رسول مانتے اور کہتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہہ دو کہ کامل نبی۔ حقیقی نبی۔ مستقل نبی۔ مگر ایسا کہنے سے جو ہماری مراد ہے وہ بھی سُن لو۔''

''ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو ہرگز ہرگز ایسا نبی نہیں مانتے۔ نہ وہ کوئی شریعت لائے نہ انہوں نے احکامِ شریعتِ سابقہ منسوخ کئے۔ نہ وہ ایسے ہیں کہ نبی سابق کی اُمّت نہ کہلائیں۔ نہ وہ براہِ راست بغیر افاضہ کسی نبی سابق کے نبوّت پانے والے

ہیں۔‘‘

اس کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ اب تم کو ماننا پڑا ہے کہ ہم مرزا صاحب کو ایسا نبی سمجھتے ہیں اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ جو تعریف تم نے حضرت مرزا صاحب کی نبوّت کی کی ہے۔ وہ وہی تعریف ہے جو غیر مبائعین کرتے ہیں (اس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ نبی کی تعریف کی ذیل میں آپ نے وہ تعریف بھی لکھ دی ہے جو متفقہ مبائعین وغیر مبائعین اصحاب کی مراد ہے) حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اس مضمون میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی گئی ہے جس کے متعلق کہا جا سکے کہ ہم نے اب تسلیم کی ہے اور پہلے اسے تسلیم نہ کرتے تھے کیونکہ سب سے پہلے رسالہ کی صورت میں ’’القول الفصل‘‘ میں یہی مضمون چھپا ہے پھر ’’حقیقت النبوّۃ‘‘ کی تمہید اسی مضمون پر ہے کہ ہم جو حضرت مسیح موعود کو حقیقی نبی کہتے ہیں تو اس لحاظ سے کہ حقیقتاً آپ کو نبوّت ملی تھی نہ اِس لئے کہ آپ بلا واسطہ یا شرعی نبی تھے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے جب یہ لکھا تھا کہ ’’میاں صاحب فی الواقع حضرت مسیح موعود کو حقیقی نبی مانتے ہیں‘‘ اس کا جواب مَیں نے ’’القول الفصل‘‘ میں لکھ دیا تھا کہ

’’حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبی کے خود یہ معنی فرمائے ہیں کہ جو نئی شریعت لائے۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے ہم ان کو ہر گز حقیقی نبی نہیں مانتے۔‘‘ (القول الفصل ص ۱۲)

اسی بات پر حقیقۃ النبوّۃ کی تمہید ہے۔ پھر اس وقت تک بیسیوں مضامین الفضل میں اس پر لکھے جا چکے ہیں۔ مگر وہ خط لکھنے والا لکھتا ہے کہ آج تم نے اِس بات کو مانا ہے اور پہلے نہیں مانتے تھے۔ حالانکہ ہم پہلے بھی وہی مانتے تھے جو اَب مانتے ہیں۔

پھر یہ بھی بالکل غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود کو نبی کہنے سے جو ہماری مراد ہے وہی غیر مبائعین کی ہے۔ غیر مبائعین ہمارے بالکل خلاف کہتے ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود کو ہماری طرح ظِلّی، بروزی، اُمّتی اور مجازی نبی تو کہتے ہیں لیکن اس سے ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گویا حضرت صاحب نبی نہیں ہیں۔ اور ہم جو یہ الفاظ کہتے ہیں تو ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آپ نبی ہیں اور حقیقی نبی ہیں مگر کوئی شریعت نہیں لائے اور نہ بلا واسطہ نبی ہوئے ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے آپ پابند تھے اور آنحضرتؐ کے واسطہ سے ہی آپ نبی ہوئے۔ اگر غیر مبائعین کا بھی یہی مطلب ہے تو پھر وہ ہمارے مقابلہ میں کتابیں اور رسالے کیوں لکھتے ہیں۔ مَیں نے ’’القول الفصل‘‘ میں لکھ دیا تھا کہ

’’مستقل نبی کے معنی خود حضرت مسیح موعود نے یہ کئے ہیں کہ جس کو بلا واسطہ نبوّت عطا ہو اور جو کسی اَور نبی کی اتباع سے انعامِ نبوّت نہ حاصل کرے۔ ان معنوں کے لحاظ سے ہم حضرت مسیح موعود کو ہر گز مستقل نبی نہیں مانتے۔‘‘

اس کے رَدّ میں انہوں نے لکھا۔ پھر حقیقۃ النّبوّۃ میں اِسی بات کو کھول کھول کر لکھا گیا تھا۔ اس کے خلاف بھی انہوں نے ایک کتاب لکھی۔ اگر ان کا اور ہمارا مفہوم ایک ہی تھا تو پھر ان کا مخالفت میں کتابیں

لکھنے کا کیا باعث تھا۔

ہم جب حضرت مسیح موعود کو حقیقی نبی کہتے ہیں تو اس کی تشریح بھی ساتھ ہی کر دیتے ہیں کہ اگر کوئی حقیقی نبی کے یہ معنے کرے کہ وہ بناوٹی یا نقلی نہ ہو بلکہ درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اِصطلاح کے مطابق قرآن کریم کے بتائے ہوئے معنوں کے رُو سے نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو۔ تمام کمالاتِ نبوّت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو ان معنوں کی رُو سے حضرت مسیح موعود حقیقی نبی تھے۔ گو ان معنوں کی رُو سے کہ آپ کوئی نئی شریعت لائے حقیقی نبی نہ تھے۔

ہاں ہم بھی آپ کو ظلّی نبی کہتے ہیں وہ بھی ظلّی نبی کہتے ہیں۔ ہم بھی اُمّتی نبی کہتے ہیں وہ بھی اُمّتی نبی کہتے ہیں۔ ہم بھی بروزی نبی کہتے ہیں وہ بھی بروزی نبی کہتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ لفظ ایک ہی ہیں پھر وہ ہمارا رَدّ لکھتے ہیں اور ہم ان کا۔ اس خط لکھنے والے نے شاید یہ سمجھا ہے کہ الفاظ کی تعیین میں اختلاف ہے جواَب دُور ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ الفاظ کی تشریح میں فرق ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ظلّی نبی نبی نہیں ہوتا اور ہم کہتے ہیں کہ نبی ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہوتا ہے جو بلاواسطہ نبوّت پائے اور صاحبِ شریعت ہو۔ ہم کہتے ہیں وہ بھی نبی ہوتا ہے جو بالواسطہ نبوّت پائے اور جو صاحبِ شریعت نہ ہو۔ وہ کہتے ہیں حضرت صاحب کا یونہی نبی نام رکھ دیا گیا ہے ورنہ حقیقت میں آپ نبی نہیں تھے کیونکہ آپ کو ظلّی نبی کہا گیا ہے اور ظلّ سایہ کو کہتے ہیں اور سایہ کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ ان میں سے بعض تو کہتے ہیں کہ سایہ پر جُوتیاں مارنے سے بھی کوئی حرج نہیں ہوتا کیونکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

لیکن ہمارے نزدیک ظلّی نبی کی یہ شان ہے کہ وہ کئی پہلے نبیوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی دعویٰ کیا ہے کہ مَیں پہلے مسیح سے افضل ہوں اور وہ دعویٰ یہ ہے:۔

''خدا نے اس اُمّت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔'' (ریویو جلد ۱ نمبر ۶ ص ۲۵۷)

اور پہلے آئمہ نے بھی اسی بات پر اتفاق کیا ہے کہ آنے والا مسیح بعض انبیاء سے بڑھ کر ہوگا۔ واقعہ میں یہی بات درست ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظِلّ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ ایک ظلّ سایہ ہوتا ہے لیکن حضرت مسیح موعود پر یہ معنی چسپاں نہیں ہو سکتے۔

آج ایک صاحب حضرت مسیح موعود کی نبوّت کا انکار کرتے ہیں مگر آج سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے خواجہ صاحب کی حلف کے جواب میں ایک مضمون لکھ کر مجھے بھیجا تھا جس میں لکھا تھا کہ خواجہ کہتا ہے کہ ظلّ کچھ نہیں ہوتا اور اس کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی کیونکہ ظلّ سایہ کو کہتے ہیں اور سایہ بے حقیقت چیز ہوتا ہے۔ اگرچہ عام طور پر ظلّ سایہ کو کہتے ہیں مگر دراصل نور کے درمیان حائل ہونے والی روک سے جو اندھیرا پیدا ہو

اُسے ظِلّ کہتے ہیں۔ یعنی جتنے حصّہ پر نور کو وہ روک نہ پڑنے دے اُسے ظلّ کہتے ہیں۔ اگر یہی معنی ظلّ کے حضرت مسیح موعود پر چسپاں کئے جائیں تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک ہوتی ہے اور حضرت مسیح موعود کی بھی کہ آپ گویا دُنیا کے لئے اندھیرا اور تاریکی ہو کر آئے تھے۔ لیکن ظلّ کے یہ معنے آپ کے متعلق استعمال نہیں کئے جا سکتے۔ اس شخص نے یہ دلیل اس وقت لکھی تھی۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ ایک زبردست دلیل ہے مگر آج اس کو یہ بھُول گئی ہے اور اسی طرح بھُول گئی ہے جس طرح یہ بھُول گیا ہے کہ احمد حضرت مسیح موعود نہیں ہیں۔ پہلے تو وہ صاحب یہ کہا کرتے تھے کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو قرآن کریم میں احمد کہا ہے تو پھر مَیں کیوں آپ کی تعریف نہ کروں اور ہر آیت سے آپ کی تصدیق نکالتے تھے۔ پھر کفر و اسلام کے مسئلہ پر گول کمرہ میں مجھ سے گفتگو کرتے رہے اور کہتے کہ آپ کے منکرین کو کافر نہ کہنا آپ کے درجہ کو گھٹانا اور آپ کی ہتک کرنا ہے مگر آج وہ یہ ساری باتیں بھُول گئے ہیں۔

تو ظلّی نبی کی جو تعریف غیر مبائعین کرتے ہیں اس کا وہی مطلب ہے جو اس شخص نے اس وقت نکالا تھا جبکہ اسے دُوری نہیں ہوئی تھی اور وہ ایک خطرناک مطلب ہے کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سخت ہتک ہوتی ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ (نعوذ باللہ) آپ کا وجود ایسا کثیف تھا کہ اس کے خدا تعالیٰ کے نور کے سامنے حائل ہونے سے اندھیرا پیدا ہو گیا اور وہ اندھیرا حضرت مسیح موعود تھے۔ جس قدر کوئی چیز شفاف ہوتی ہے اسی قدر اس کا ظِلّ کم اندھیرا پیدا کرتا ہے۔ مثلاً شیشہ ایک شفاف چیز ہے اس کو سُورج کے سامنے رکھنے سے جو ظلّ پیدا ہوگا وہ بہ نسبت ایک غیر شفاف چیز کے بہت کم ہوگا۔ تو ظلّ کا مطلب یہ ہے کہ ایک نورانی چیز کے سامنے کوئی ایسی روک کھڑی ہو جائے جو اس کے نور کو روک لے اور جتنے حصّہ سے روک لے وہ اس کا ظلّ ہوگا۔ اگر یہی معنی ظِلّ کے حضرت مسیح موعود کے متعلق لئے جائیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے خدا تعالیٰ کے نور کے سامنے آنے سے جو اندھیرا پیدا ہؤا وہ حضرت مسیح موعود تھے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ایسا کثیف تھا کہ اس نے خدا کے نور کے سامنے آکر اندھیرا پیدا کر دیا اور جتنے حصّہ پر آپ کی وجہ سے روشنی نہیں پڑ سکتی وہ مسیح موعود کا وجود ہے۔

لیکن اس سے بڑھ کر ظلّ کے بدترین معنے جو حضرت مسیح موعود کے متعلق لئے جائیں اَور کوئی نہیں ہو سکتے کہ باقی تمام حصّہ پر نور ہی نور ہے مگر ایک حصّہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہو جانے کی وجہ سے اندھیرا اور تاریکی ہو گئی ہے اور وہ تاریکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود ہے۔

کیا ظِلّ کے یہ معنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر چسپاں ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی چسپاں کرتا ہے تو دیکھ لے کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ لیکن جس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت اور حضرت مسیح موعود کی قدر ہے وہ تو کبھی بھی ظلّ کے یہ معنے نہیں کر سکتا اور نہ ہی ظلّ سے یہ مراد لے سکتا

ہے بلکہ ظِلّ سے وہی مراد لے گا جو حضرت مسیح موعود نے لی ہے کہ عکس اور عکس بھی ایسا جس میں تمام خوبیاں آ گئی ہوں۔ ہر نبی میں کچھ خوبیاں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں سارے انبیاء کی خوبیاں جمع تھیں۔ وہ خوبیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ سے حاصل کیں۔ ہاں آپ ظِلّ اِس لئے ہیں کہ آپ کو جو کچھ ملا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملا بلا واسطہ کچھ نہیں ملا۔

تو ظِلّ کے لفظ میں اختلاف نہیں بلکہ اس کی تشریح میں اختلاف ہے۔ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظِلّ ہو کر آپ کے تمام کمالات حاصل کر لئے تھے اور غیر مبائعین کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود وہ تاریک حصّہ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیف وجود کے خدا تعالیٰ کے سامنے آنے سے پیدا ہو گیا تھا۔یہی اختلاف ہمارا اور غیر مبائعین کا پہلے تھا اور یہی اَب ہے۔اس خط کے لکھنے والے نے معلوم ہوتا ہے یہ سمجھ رکھا تھا کہ لفظوں میں اختلاف ہے۔مبائعین ظلّی نبی نہیں مانتے اور اب انہوں نے مان لیا ہے۔حالانکہ ہم جس طرح پہلے ظلّی نبی مانتے تھے اسی طرح اب بھی مانتے ہیں۔اس نے محبّت میں اندھا ہو کر ہماری پہلی تحریروں سے غلط نتیجہ نکالا ہے۔

دوسری بات وہ یہ لکھتا ہے کہ جب تم بھی کامل نبی مستقل نبی اور حقیقی نبی کی وہی تعریف کرتے ہو جو متفقہ مبائعین و غیر مبائعین اصحاب کی ہے تو بجائے اس کے کہ لوگوں کو اپنے پاس تمہاری بنائی ہوئی ڈکشنری رکھنی پڑے کہ کن معنوں میں تم نبی کہتے ہو تم کیوں حضرت صاحب کو مجدّد نہیں کہتے جس کے لئے کسی ڈکشنری کی ضرورت نہیں۔

معلوم ہوتا ہے اس نے مجدّد اور رسول میں فرق ہی نہیں سمجھا۔اُمّتِ محمدیہؐ میں مجدّدوں کی پیشگوئی اس طرح ہے کہ پہلی اُمّتوں میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جو نبی نہیں تھے مگر خدا تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔اسی طرح میری اُمّت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے۔اور محدّث تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بھی کہا تھا لیکن حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ

> ”اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کِس نام سے اس کو پکارا جائے۔اگر کہو محدّث رکھنا چاہئیے تو مَیں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لُغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳)

پس جب کوئی محدّث نبی نہیں ہو سکتا تو مجدّد کہاں نبی ہو سکتا ہے مجدّد کا لفظ تو اَور لوگوں پر بھی بولا جا سکتا ہے۔اگر اس حدیث کو پیشِ نظر نہ رکھیں تو غیر مذاہب کے لوگوں کے متعلق بھی یہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ کسی مٹی ہوئی بات کو قائم کرنے اور کسی چیز کی اصلاح کرنے والا مجدّد ہوتا ہے۔جو بھی اِس طرح کرتا ہے اسے مجدّد کہا جا سکتا ہے۔لیکن کسی محدّث یا مجدّد کو کسی لُغت میں نبی نہیں کہا گیا۔پھر ہم حضرت مسیح موعود کو محدّث یا مجدّد کیونکر کہیں۔آپ کو ایک دفعہ یہی کہا گیا تھا کہ آپ اپنے آپ کو نبی کیوں کہتے ہیں محدّث کیوں نہیں کہتے

تو آپ نے اِس کا یہ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والے کا کس لُغت کی کتاب میں محدّث نام رکھا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ آپ نے محدّث کہلانے سے انکار کر دیا ہے۔ پھر اب کیا ہم اِسلئے آپ کو نبی کہنا چھوڑ دیں اور محدّث اور مجدّد کہا کریں کہ لوگ ہم پر اعتراض کریں گے۔

کیا یہ ہمارے لئے جائز ہو سکتا ہے۔ یہی آیت جو مَیں نے ابھی پڑھی ہے۔ اِس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ اے مومنو تم قوام ہو جاؤ خدا کے لئے۔ یعنی جو کام بھی انسان خدا کے لئے کرے اس میں بز دلی نہ دکھائے۔ پھر فرمایا ہے شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ کہ جو بات کرو انصاف اور عدل کے ساتھ کرو یہ نہیں کہ عدل کو چھوڑ دو۔ پھر فرمایا وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر نہ آمادہ کر دے کہ تم عدل ترک کر دو بلکہ عدل کرو یہ بات تقویٰ کے بہت قریب ہے۔ شَنَاٰنُ قَوْمٍ کے دو معنی ہیں۔ اوّل یہ کہ تمہاری کسی قوم سے دشمنی ہو اور دوسرے یہ کہ تم سے کسی قوم کی دشمنی ہو۔ اِس لئے اس کے یہ معنی ہوئے کہ تم حق کی گواہی دینے سے اِس لئے مت رُکو کہ تم کو کسی سے دشمنی ہو یا اِس لئے کہ کسی کو تم سے دشمنی ہے۔

اس حکم کے ہوتے ہوئے کس طرح ممکن ہے کہ غیر احمدی چونکہ ہم سے دشمنی رکھتے ہیں اِس لئے ہم سچّی گواہی چھپا رکھیں خدا نے کہا ہے اور بار بار کہا ہے کہ مسیح موعود نبی ہے، نبی ہے، نبی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ نبی ہے۔ پھر پہلے نبیوں نے آپ کو نبی کہا ہے۔ پھر اُمّتِ محمدیہؐ کے صلحاء کی شہادت ہے کہ آپ نبی ہیں۔

پھر خدا تعالیٰ نے یہاں تک آپ کو کہا ہے کہ سیقول العدو لست مرسلا [۱]۔ تیرا دشمن کہے گا کہ تُو نبی نہیں ہے۔ چنانچہ ان نبی نہ کہنے والے لوگوں نے جتنی دشمنی اور عداوت کا ثبوت دیا ہے اَور کسی نے نہیں دیا جو لوگ احمدی ہوتے ہیں ان کو برگشتہ کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اِس قدر درجہ گھٹاتے ہیں کہ ایک شریف دشمن بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ کوئی شریف دشمن کبھی یہ نہیں کہے گا کہ ظِلّ پر جُوتی مارنی جائز ہے مگر انہوں نے کہہ دیا۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے سیقول العدو لست مرسلا کہنا شہادت ہے اِس بات کی کہ آپ خدا کے نبی اور رسول تھے۔ اور جو آپ کا دشمن ہو گا وہی آپ کو نبی نہیں مانے گا۔ پھر کیوں نہ ہم آپ کو نبی کہیں۔ غیر احمدی اگر اِس حق بات کے کہنے سے چڑتے ہیں تو چڑیں ہمیں ان کی کیا پرواہ ہے۔ ہاں ہماری ان سے کوئی دشمنی نہیں کہ اگر وہ کہیں کہ مرزا صاحب کوئی شریعت نہیں لائے تو ہم کہیں کہ لائے ہیں۔ اگر وہ کہیں کہ بلا واسطہ نبی نہیں ہوئے تو ہم کہیں کہ بلا واسطہ ہوئے ہیں۔ اور نہ ہی ان کی ہم سے کوئی دشمنی ہے اِس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نبی اور رسول ہیں۔ یہ دونوں باتیں نہیں۔ نہ تو ہم

۱؎ تذکرہ ص ۳۹۱

مسیح موعود کا درجہ بڑھاتے ہیں کہ ہم دشمن کو تنگ کریں اور چڑائیں اور نہ ہی حضرت صاحب کے اصل درجہ کو چھپاتے ہیں کہ غیر احمدی ہمارے دشمن ہیں۔حق کہنا ہر ایک مومن کا فرض ہے اور ہم بھی حق ہی کہتے ہیں خواہ جان بھی چلی جائے۔ہم تو حق کہنے سے کبھی نہیں ڈرتے اگر کوئی ڈرتا ہے تو حق کو چھپائے رکھے۔ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ کے نبی تھے ہاں ایسے نبی جو کوئی شریعت نہیں لائے تھے اور نہ بلاواسطہ نبی ہوئے تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نبی ہوئے تھے اور آپ ظلّی نبی تھے مگر اِس لحاظ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات آپ نے اخذ کر لئے تھے نہ اس لحاظ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے سامنے آنے سے کوئی ظلمت پیدا ہوگئی تھی اور آپ وہ ظلمت تھے۔اِسی تشریح کے ساتھ ہم آپکو نبی مانتے ہیں۔

باقی رہا یہ کہ اِس سے لوگوں کو دھوکہ لگ سکتا ہے اور انہیں ڈکشنری پاس رکھنی پڑے گی اِس لئے اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔اگر اِس لحاظ سے اس کو چھوڑ دیا جائے تو قرآن کریم کے کئی احکام ہیں جن کو چھوڑنا پڑے گا۔مثلاً ملائکہ کو مُشرک لوگ خدا کی بیٹیاں کہتے تھے [1]۔اب جو شخص یہ کہے گا کہ ہم ملائکہ کو مانتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ مشرکین اِس سے یہ سمجھیں کہ یہ بھی ہماری طرح ہی ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں سمجھتا ہے اِس لئے چاہیئے کہ وہ ملائکہ سے ہی انکار کردے تا کہ ان کو دھوکہ نہ لگے۔پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں ماننا چاہیئے کیونکہ وہ لوگ رسول اس کو سمجھتے تھے کہ جس کے پاس بہت سے خزانے ہوں،غیب جاننے والا ہو،آسمان پر چڑھنے والا ہو [2]۔چونکہ رسول کے لفظ سے ان کو اس قسم کا دھوکہ لگتا تھا اِس لئے چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو رسول نہ کہتے اور نہ ہی کوئی مسلمان آپ کو رسول کہتا۔لیکن یہ بات ہی فضول ہے۔کسی کو اگر اِس سے دھوکہ لگتا ہے تو یہ ہمارا قصور نہیں ہے بلکہ اس کی اپنی سمجھ کا قصور ہے۔

ہمارے متعلق یہ کہنا کہ یہ مرزا صاحب کو نبی کہہ کر پھر اس کی تشریح کرتے ہیں۔اس تشریح کو کون یاد رکھے یہ بھی نادانی کی بات ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اگر تشریح کرنا کوئی بُری بات ہے تو پھر خدا تعالیٰ نبی کہہ کر پھر کیوں تشریح کرتا ہے۔جب خدا تعالیٰ نبی کی تشریح کرتا ہے تو ہمارا فعل اس کے مطابق ہی ہے نہ کہ خلاف۔خدا تعالیٰ رسول کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ علمِ غیب نہیں جانتا۔اپنی طاقت سے کوئی نشان نہیں دکھا سکتا اور یہ نہیں کہ وہ وفات نہ پائے اور یہ بھی نہیں کہ کھانا نہ کھاتا ہو بلکہ رسول ہوتے ہوئے اس میں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں۔اب کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ کو رسول کا لفظ کہہ کر جو اِس قدر تشریح کرنے کی ضرورت پڑی ہے اِس لئے چاہیئے تھا کہ اس کو چھوڑ ہی دیتا اور کوئی ایسا لفظ کہتا جس کے متعلق اسے تشریح نہ کرنی پڑتی۔مگر کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا۔اور باوجود اس کے کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ رسول کہنے سے کفار اور مُشرکین کو دھوکہ

[1] الزخرف ۲۰ [2] بنی اسرائیل ۹۴

لگتا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ رسُول وہ ہوتا ہے جو آسمان پر اُڑ جائے۔ وہاں سے کوئی کتاب لے آئے وغیرہ وغیرہ۔ پھر بھی خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ہی کہا۔ ہاں ان کے اس قسم کے غلط خیالات کی تردید کردی اور رسول کے لئے جو باتیں ضروری تھیں وہ بیان کردیں۔ پھر دیکھو جہاد کا مفہوم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو کافر ملے اسے قتل کردو۔ اب کیا اِس لفظ کو قرآن کریم سے اُڑا دینا چاہیئے کہ اس کی وجہ سے کسی کو دھوکہ نہ لگے۔ ہرگز نہیں۔ پھر قرآن کریم میں ایسی آیات ہیں جن میں کفّار سے لڑنے کا حکم ہے اور دوسری جگہ لڑائی کے شرائط بیان کئے گئے ہیں۔ اب ان لڑائی کے متعلق آیات کو نکال دینا چاہیئے کہ ان کی وجہ سے غلطی لگ سکتی ہے۔ اِسی طرح تو کچھ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ ہر ایک آیت سے کسی نہ کسی انسان کو دھوکہ اور غلطی ضرور لگے گی۔ اِس لئے (نعوذ باللہ) تمام قرآن کو ہی جَلا دینا چاہیئے۔ کسی کے دھوکہ لگنے کے خوف سے اگر کوئی بات ترک کرنی چاہیئے تو پھر کچھ بھی باقی نہ بچے گا۔

ہاں اگر یہ ہو کہ کسی لفظ کے لُغت ایک معنے کرتی ہو اور خدا تعالیٰ نے بھی اس کے معنے کر دیئے ہوں اور اس کے برخلاف کوئی نئے معنے پَیدا کرتا ہو تو اس کو چھوڑ دینا چاہیئے کہ اس سے دھوکہ لگ سکتا ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ مَیں اپنا نام اللہ رکھ لیتا ہوں۔ ہم کہیں گے کہ نہ تو لُغت میں آدمی کو اللہ کہا گیا ہے اور نہ خدا تعالیٰ نے کسی انسان کا اللہ نام رکھا ہے اِس لئے یہ نام رکھنا چھوڑ دینا چاہیئے کہ اس سے دھوکہ لگتا ہے۔ اِسی طرح اگر کوئی کہے کہ آدمی کے معنے کُتّا ہوتے ہیں اس کو بھی ہم یہی جواب دیں گے۔ اسی طرح اگر اس زمانہ میں جہالت اور نادانی سے لوگوں نے نبی کی یہ تعریف سمجھ رکھی ہے کہ (۱) نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لاتا ہے (۲) بعض احکامِ شریعت کو منسوخ کرتا ہے (۳) کسی نبی کا متبع نہیں ہوتا بلکہ براہِ راست نبوّت پاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نبی کی یہ تعریف نہ خدا تعالیٰ نے بیان کی ہے نہ قرآن کریم سے اس کا پتہ لگتا ہے اور نہ ہی لُغت نبی کی یہ تعریف کرتی ہے۔ پھر ہم کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی کہنا چھوڑ دیں۔ اگر نبی کی تعریف خدا تعالیٰ کے نزدیک قرآن کریم کے رُو سے اور لُغت میں وہی ہوتی جو لوگ سمجھے ہوئے ہیں تو ہم حضرت مسیح موعود کو نبی کہنا چھوڑ دیتے کہ یہ باتیں آپ میں نہیں پائی جاتیں اِس لئے لوگوں کو دھوکہ لگ سکتا ہے۔ لیکن جب ان کا نبی میں پایا جانا نہ خدا تعالیٰ کے نزدیک نہ قرآن کریم کے نزدیک اور نہ لُغت کے نزدیک ضروری ہے تو پھر ہم کیوں نہ حضرت مسیح موعود کو نبی کہیں۔ بلکہ ہمارے لئے تو ضروری ہے کہ بڑے زور سے آپ کو نبی کہیں کیونکہ لوگوں نے جو غلطی سے نبی کے غلط معنی سمجھ رکھے ہیں اس کی اصلاح ہو جائے نہ یہ کہ ان کے باطل خیال اور نبی کی باطل تعریف کے کرنے کی وجہ سے نبی کا درست اور جائز استعمال بھی اِس لئے ترک کردیں کہ وہ چڑتے ہیں اور انہیں دھوکہ لگتا ہے۔ دُنیا میں کونسی بات ہے جس سے کسی کو دھوکہ نہیں لگ سکتا۔ ہم دھوکہ لگنے سے احتیاط کریں گے لیکن اسی وقت تک کہ دین کا کوئی پہلو نہ جاتا ہو۔ لیکن جب ایک نبی کی ہتک ہوتی ہو اُس وقت ہم اِس بات کا ہرگز خیال نہیں کریں گے اس وقت ہم وہی بات کہیں گے جو خدا اور اس کے نبی نے

بتائی ہے۔اور یہ بات کونسی مشکل ہے کہ ہر ایک کو اس کے سمجھنے سے دھوکہ لگ سکتا ہے۔آخر ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اس کو سمجھا ہے یا نہیں پھر اَور کوئی کیوں نہیں سمجھ سکتا۔

کسی کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود نے لکھ دیا ہے کہ رسالہ فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں جہاں جہاں مَیں نے نبی کا لفظ لکھا ہے اسے محدّث سمجھ لو اِس لئے آپ کو نبی نہیں کہنا چاہیئے یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ یہ اس وقت آپ نے لکھا تھا جبکہ آپ اپنے آپ کو نبی نہ سمجھتے تھے اور جب سمجھا تو اس کو منسوخ کر دیا۔پس جب آپ نے اس کو منسُوخ کر دیا تو اَب اَور کس کا حق ہے کہ اس کو منسوخ نہ کرے۔

پھر وہی شخص لکھتا ہے کہ احمدی وہ ہوتا ہے جو حضرت صاحب کی کسی تحریر کو منسوخ نہ سمجھتا ہو۔ہم کہتے ہیں حضرت مسیح موعود نے ایک وقت حضرت عیسیٰؑ کو زندہ مانا ہے اِس لئے اب ان کو زندہ ہی سمجھنا چاہیئے اور جو ایسا نہیں سمجھتا وہ تمہارے نزدیک احمدی ہی نہیں۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں متعہ کی اجازت دی لیکن بعد میں منع فرما دیا[1]۔اب اس کے خیال میں وہ شخص مسلمان ہی نہیں جو متعہ کو اب ناجائز سمجھے اِسی طرح کئی اَور احکام کی اجازت تھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کرنے سے منع نہ فرماتے تھے مگر بعد میں ممانعت ہوگئی۔مثلاً ابتداء میں کئی ایسے مسلمان تھے جنہوں نے اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کیا ہوا تھا بعد میں آپؐ نے منع فرما دیا۔پھر گدھے کی حلت تھی[2] اور بعد میں حکم آ گیا کہ ایسا نہ کرو۔اَور کئی اِس قسم کے احکام ہیں کہ پہلے اس کے متعلق حکم دیا یا جائز سمجھا اور اس سے منع نہ کیا لیکن بعد میں منسُوخ کر دیا۔اس سے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان ہی نہ تھے۔پھر ایک زمانہ ایسا بھی آیا ہے کہ ۹۹ فیصدی مسلمان قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کو منسُوخ سمجھتے تھے۔کیا وہ سب کے سب کافر تھے لیکن قرآن کریم کی کسی آیت کو ہم اِس لئے منسُوخ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن کریم اس سے انکار کرتا ہے۔لیکن جس تحریر کو حضرت مسیح موعود نے منسُوخ کر دیا ہے اس کو منسُوخ نہ کرنا بلکہ قائم رکھنا ایک بہت بڑا ظلم ہے۔

اب کوئی کہے کہ اگر اس طرح تحریریں منسوخ ہونے لگیں تو اندھیر آ جائے گا لیکن ہم کہتے ہیں اندھیر کس طرح آ سکتا ہے اندھیر تو تب آئے جب کوئی اپنی عقل اور اپنی رائے سے کسی تحریر کو منسُوخ قرار دے لے۔لیکن جب وہی تحریر منسُوخ ہو جس کو لکھنے والا منسوخ کرے تو پھر کوئی حرج نہیں واقعہ ہوتا۔دیکھو گورنمنٹ ایک حکم دیتی ہے اور پھر اس کو منسوخ کر دیتی ہے۔کیا اِس طرح اندھیر پڑ جاتا ہے۔نہیں۔ہاں اگر گورنمنٹ کے کسی حکم کو وکلاء منسوخ قرار دیں تو پھر ابتری پڑ سکتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریر کو آپ ہی منسوخ قرار دیا ہے۔اب ہمارے لئے یہی ضروری ہے کہ ہم آپ کی ناسخ تحریر کو مانیں

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر　　[2] ایضاً

نہ کہ منسُوخ شدہ کو۔ پس یہ کہہ دینا نادانی اور جہالت ہے کہ منسُوخ کرنے سے تو اندھیر پڑ جائے گا یا حضرت صاحب کی ہتک ہوگی۔ ہم تو خدا تعالیٰ کے کلام میں بھی ناسخ و منسوخ دیکھتے ہیں۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ قبلہ کا حکم منسُوخ ہؤا تھا اور یہ تحویل قبلہ صاف بتارہی ہے کہ پہلے کوئی اَور حکم تھا پھر اَور ہؤا۔ چنانچہ قرآن کریم بھی کہتا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ [۱] ہم نے قبلہ کو اِس لئے بدلا ہے تا کہ جان لیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون ایڑیوں کے بَل پھر جاتا ہے۔ اب کیا جو لوگ تحویلِ قبلہ مانتے ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔

مَیں پھر یہ بتادینا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کی کوئی آیت اِس لئے منسوخ نہیں ہے کہ کوئی آیت کسی آیت کے ناسخ ہونے کے متعلق نہیں ہے۔ اگر قرآن کریم میں کہیں یہ آجاتا کہ فلاں آیت منسوخ ہے تو ہم اس کو بھی مان لیتے۔ لیکن اب جبکہ قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت نہیں آئی تو اَور کوئی کسی آیت کو منسُوخ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر ہر ایک اپنی مرضی کے مطابق منسوخ کرنے لگے تو سارا قرآن ہی منسُوخ ہو جائے۔ کوئی کسی آیت کو منسُوخ سمجھ لے اور کوئی کِسی کو۔ اِسلئے کسی کا حق نہیں ہے کہ قرآن کی کسی آیت کو منسوخ قرار دے۔

تو یہ بھی ایک غلط خیال ہے۔ اِس کی وجہ سے بھی ہم سچّی گواہی کو نہیں چھپا سکتے اور نہ اِس لئے کہ لوگ ہمیں کیا کہیں گے۔ لوگ ہمارے مسیح موعود کہنے سے ہم پر کہاں خوش ہیں۔ تو کیا یہ کہنا بھی چھوڑ دینا چاہئیے کہ اِس طرح ان کو مسیح اِبن مریم کا دھوکہ لگتا ہے۔ پھر لوگوں کا خیال ہے کہ مہدیٔ خونی آئے گا اِس لئے حضرت صاحب کو مہدی بھی نہیں کہنا چاہئیے کیونکہ اِس طرح لوگوں کا خیال خونی مہدی کی طرف چلا جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کہنے والا تو آپ کو یہی کہے گا کہ آپ مسیح موعود ہیں، آپ مہدی ہیں کیونکہ واقعہ میں یہی بات درست ہے۔ اس سے چاہے کسی کو دھوکہ لگے یا تکلیف ہو یہ کہنے سے کبھی نہیں رُکے گا۔ اِسی طرح ہم بھی نبی کا لفظ آپ کے متعلق بولنا اِس لئے نہیں چھوڑ سکتے کہ واقعہ میں آپ نبی تھے۔ اگر آپ واقعہ میں نبی نہ ہوتے بلکہ یونہی آپ کو نبی کہا جاتا تو ہم آپ کو نبی کہنا چھوڑ دیتے۔ پھر اب تو ہم نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ نبی کا لفظ نہ استعمال کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو آپ کے متعلق دھوکہ لگ گیا ہے اس لئے بھی اس کا استعمال کرتے ہیں۔ ہاں ساتھ ہی تشریح بھی کر دیتے ہیں تا کہ لوگوں کے غلط خیال کی اصلاح ہو جائے۔ ہم لوگوں کے ڈر سے یہ کہنے سے نہیں رُک سکتے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ اگر کوئی میری گردن پر تلوار رکھ دے اور رسول کریمؐ کی کوئی حدیث رہ گئی ہوگی تو مَیں جلدی جلدی اسے بیان کر دوں گا کہ میرے سینہ میں ہی نہ رہ جائے [۲]۔ تو کامل ایمان اسی کو کہتے ہیں۔ ہم تو خدا تعالیٰ سے ایسے ہی ایمان کی توفیق چاہتے ہیں باقی جو بزدل ہیں وہ چھپاتے

---

۱ البقرۃ: ۱۴۴ ۲ یہ حضرت ابوذرؓ کا قول ہے (بخاری کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل)

پھریں۔ ہمیں تو لوگوں کی کچھ پرواہ نہیں صرف خدا ہی کی پرواہ ہے۔ جب اس نے حضرت مسیح موعود کا نام نبی رکھا ہے اور جو آپ کو نبی نہیں کہتا اُسے آپ کا دشمن قرار دیا ہے تو ہم کیوں آپ کو نبی نہ کہہ کر آپ کے دشمن بنیں۔ ہم تو خدا کے فضل سے آپ کے دوستوں میں ہیں جس کا جی چاہتا ہے کہ دشمن بنے وہ آپ کو نبی نہ کہے۔ ہم بڑی دلیری اور جرأت سے کہتے ہیں کیونکہ نہ کہنا عدو کا کام ہے۔ ہم خادم ہیں اِس لئے خدمت کا حق ادا کرتے ہیں اور وہ یہی ہے کہ دُنیا کے سامنے آپ کا سچّا دعویٰ پیش کریں۔

کِسی کا یہ کہنا کہ بائیبل میں مسیح کو اِبن اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کہا گیا ہے [1] تو کیا واقعہ میں مسیح کو خدا کا بیٹا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا مان لینا چاہیئے۔ ہم کہتے ہیں یہ ایسی کتاب میں لکھا ہؤا ہے جو محرّف و مبدّل ہے۔ قرآن کریم نے کسی جگہ ایسا نہیں کہا تو پھر اِبن اللہ تو ایک محاورہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی الہام ہے کہ انت مِنّی بمنزلة ولدی [2] اس کا یہی مطلب ہے کہ حضرت مسیح موعود کا خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی درجہ ہے جو اگر کوئی اس کا ولد ہوتا تو اس کا ہوتا۔ یہ آپ کی منزلت بتانے کے لئے اسی طرح کہا گیا ہے جس طرح قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو اپنا فعل قرار دے کر آپ کا درجہ بتایا ہے نہ کہ خدا کا قرار دیا ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ [3] جن لوگوں نے تیری بیعت کی دراصل انہوں نے اللہ کی بیعت کی ہے اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ اِس آیت سے کوئی نادان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نہیں کہہ سکتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی وہ انہیں انعامات کے مستحق ہو گئے جن کے خدا سے بیعت کرنے پر مستحق ہو سکتے تھے۔ پھر ایک اَور آیت ہے جو یہ ہے کہ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى [4] کہ جب تُو نے پھینکا تو تُو نے نہیں پھینکا (یہاں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ وجود قرار دیا ہے اور تُو کا لفظ اس کو واضح کر رہا ہے) بلکہ خدا نے مُٹھی پھینکی تھی۔ اس میں بھی خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نہیں قرار دیا بلکہ ایک غیر کہہ کر پھر اِس بات کو بتایا ہے کہ خدا کے پھینکنے پر جو نتیجہ برآمد ہوسکتا تھا وہی تیرے پھینکنے سے ہؤا۔ پس یہ غلط ہے کہ آنحضرتؐ کو قرآن کریم میں کہیں خدا کہا گیا ہے۔ باقی رہی بائیبل وہ محفوظ ہی کہاں ہے کہ اس کی دلیل مانی جائے۔ پھر اگر ہے تو مسیح کو نبی کہنے اور مسیح کو اِبن اللہ کہنے میں بہت فرق ہے کیونکہ نبی کی لُغت میں وہی تعریف ہے جو ہم کہتے ہیں۔ لیکن اِبن اللہ کے متعلق لُغت کچھ نہیں بتا سکتی۔ اب ہم جو کچھ کہتے ہیں اس سے اگر کسی کو دھوکہ لگتا ہے تو وہ معذور نہیں ہے کیونکہ جو ہم کہتے ہیں وہی لُغت کہتی ہے۔ ہاں اگر لُغت ہمارے خلاف ہوتی تو وہ معذور ہوتے۔ مثلاً کوئی کہے کہ اینٹ کے معنی گھوڑا ہے تو ہم اُسے کہیں گے کہ ایسا نہیں کہنا چاہیئے اِس سے

---

[1] استثناء باب ۳۳ [2] تذکرہ ص ۵۲۶ [3] فتح:۱۱ [4] الانفال:۱۸

لوگوں کو دھوکہ لگتا ہے۔ لیکن ایک درست بات کے متعلق کسی کو نہیں روکا جا سکتا۔

اِس مسئلہ کے متعلق بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ابھی اچھی طرح واقف نہیں ہوئے۔ میرا خیال ہے کہ نبوّت کے متعلق قرآن اور حدیث سے بحث کروں اور بتاؤں کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے اور آئندہ بھی نبی آئیں گے۔ یہ تو جب ہوگا۔ ہوگا۔ لیکن مَیں چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے رہیں۔ غیر مبائعین سے مقابلہ اب صرف اسی بات پر آ رہا ہے باقی سب طرفوں سے وہ بھاگ گئے ہیں اِس لئے ہمارے علماء کو چاہئیے کہ بار بار اِس مسئلہ کے متعلق لکھتے رہیں۔ مَیں نے حقیقۃ النبوّۃ میں بہت کچھ لکھ دیا ہے لیکن ایک بڑی کتاب کو لوگ بار بار نہیں پڑھ سکتے لیکن اگر اخبار میں مختلف پیراؤں میں اس کے متعلق لکھا جائے تو پڑھتے رہیں گے۔

میرے نزدیک تو اسلام کے لئے وہ دن موت کا دن ہوگا جبکہ تمام مسلمان یہ سمجھ لیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مَیں تو ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا۔ خط لکھنے والا ایک لکھتا ہے کہ مَیں نے ۱۸۸۹ء میں حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ مَیں نے ۱۸۹۶ء میں بیعت کی ہے۔ گویا اِس لئے ہماری رائے وزن دار ہے کہ ہم نے فلاں سَن میں بیعت کی ہے۔ لیکن یہ دونوں شخص ایسے ہیں کہ جب سے انہوں نے بیعت کی ہے ایک ایک یا دو دو دفعہ یہاں آئے ہیں۔ مَیں کہتا ہوں ایسے لوگ جو نہ حضرت صاحب کے پاس آئے اور نہ آپ کی صحبت میں رہے وہ اگر ۱۸۸۶ء میں (اگر اس وقت حضرت صاحب بیعت لیتے) بیعت کر لیتے تو پھر کیا تھا۔ ۱۳۳ میں سے اسّی ۸۰ فیصدی ایسے ہیں جو میری بیعت میں داخل ہیں پھر ان کا عقیدہ کیوں ان سے وزن دار نہیں ہے۔

ہم حضرت صاحب کو نبی کہتے ہیں اور علی الاعلان کہتے ہیں۔ مسلم میں آیا ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک ایسی دعا ہوتی ہے وہ جس طرح کی جاتی ہے اُسی طرح قبول ہو جاتی ہے [1]۔ مجدّدوں اور محدّثوں کے لئے یہ ہرگز نہیں آیا۔ حضرت مولوی صاحب خلیفہ اوّل نے مجھے ایک دفعہ کہا جاؤ جا کر حضرت صاحب سے پُوچھو کہ آپ نے وہ دعا کی ہے یا نہیں۔ مَیں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں کی۔ پھر مولوی صاحب نے کہا کہ اَب جا کر پوچھو کِسی کے متعلق وہ دعا کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دُنیا میں رسول اللہؐ نے بھی وہ دعا نہیں کی تھی [2] مَیں بھی نہیں کروں گا بلکہ قیامت میں کروں گا۔

اگر حضرت صاحب نبی نہیں تھے تو میرے پوچھنے پر آپ مجھے ڈانٹتے کہ مَیں نبی نہیں ہوں پھر تم مجھ سے یہ سوال کیوں کرتے ہو لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسا جواب دیا جو آپ کی نبوّت کی تصدیق کرتا ہے۔

---

[1]، [2] بخاری کتاب التوحید باب فی المشیئۃ و الارادۃ۔

ایسی ایسی گواہیوں کے ہوتے ہوئے اگر کوئی ۱۸۸۹ء یا ۱۸۹۶ء میں بیعت کرنے والا اس کے خلاف کہتا ہے تو ہم کہیں گے کہ غلط کہتا ہے۔ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی کہنے پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ ایک اور ایک دو ہونے پر۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں غیر مبائعین کو کہتا ہوں کہ مقابلہ پر آ کر مباہلہ کر لیں۔ یہ تو اُن کے لئے ہے جو کچھ حیثیت رکھتے ہیں اور جو ایسے نہیں اُن کو بھی اجازت ہے کہ وہ اپنی طرف سے اِعلان کر دیں کہ جو جھوٹا ہے وہ ہلاک ہو جائے۔ اگر ایسا نہیں کرنا چاہتے تو اپنے لیڈر کو میدان میں نکالیں۔ مجھے تو ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ حضرت مسیح موعود نبی نہ تھے۔ ہم آپ کے سامنے آپ کو نبی کہتے رہے ہیں۔ ایک دفعہ کسی نے کہا کہ آپ بھی ایسے ہی ہیں جیسے کہ پہلے مجدّد تھے۔ آپ لیٹے ہوئے تھے اُٹھ بیٹھے اور کہا کہ مَیں نبی ہوں۔ اور نبی مبالغہ کا صیغہ ہے۔ مجھ سے پہلے اس اُمت میں کون ایسا ہؤا ہے جو کثرت سے غیب کی خبریں دیتا تھا۔ اس سے معلوم کر لو کہ آپ نبی تھے یا نہیں۔ کوئی آپ کو پہلے مجدّدوں کی طرح سمجھتا ہے تو دیکھ لے کہ کدھر جا رہا ہے۔

خیر اخیر میں مَیں پھر اِس بات کی طرف اپنی جماعت کو توجّہ دلاتا ہوں اور یہاں اور باہر کے رہنے والوں کو اِس طرف متوجّہ کرتا ہوں کہ وہ مسئلۂ نبوّت کے متعلق بار بار اخبار میں مضامین لکھتے رہیں اور نہ صرف حضرت مسیح موعود کی کتابوں سے بلکہ قرآن، حدیث اور آئمہ کے اقوال سے۔ اور یہ مضمون اِس کثرت سے شائع ہوتے رہیں کہ لوگوں کو یاد ہو جائیں اور ایسے یاد ہوں کہ جن کے بھُولنے کی مرنے تک امید نہ ہو۔

ہمیں کسی سے بُغض نہیں اور کسی بات سے خاص تعلق نہیں ہمیں تو خدا تعالیٰ سے غرض ہے ہم اسکے خوش کرنے کے لئے ہر ایک بات کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہاں دعا کرتے ہیں کہ جس طرح ہمیں اپنے عقائد پر شرح صدر ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ یہی درست عقائد ہیں اسی طرح ان کو بھی جو ہمارے دوست تھے ان عقائد کے سمجھنے کی توفیق نصیب ہوتا کہ مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا اظہار کرنے والی ایک متحدہ جماعت تیار ہو اور درمیان سے فتنہ اور فساد دُور جائے۔

(الفضل ۲۱/اکتوبر ۱۹۱۶ء)